بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجموعۂ توحید

از تصنیف لطیف

صوفی **عبد الغنی** چشتی نظامی قادری۔ موضع کمانوالہ۔ ضلع سیالکوٹ

متصل چھاؤنی سیالکوٹ

خادم خاص

حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سلطان العاشقین سید السادات

پیر محمد مبارک علی شاہ

موضع شہیدانوالی ضلع گجرات

یکم نومبر ۱۹۵۶ء مطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ

ملنے کا پتہ

بمقام موضع کمانوالہ ڈاکخانہ صدر چھاؤنی ضلع سیالکوٹ

شائع کردہ:۔ حاجی محمد فاضل چشتی نظامی موضع رڑیالہ جگدیو ضلع جہلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

اس کتاب میں زندہ دلوں کی غذا ہے۔ جیسے جنت میں صرف روح کی غذا ہے۔ جسم کے لئے کچھ نہیں۔ اور نہ وہاں جسمانی جا سکتے ہیں۔ بس اسی طرح اس کتاب کو جسمانی نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ روحانی سمجھ سکتا ہے۔ اور روحانی کو اس کے دیکھنے سے آرام آئے گا۔ اور جسمانی دیکھتے ہی چھوڑ دے گا۔

اور پھر جس کے باطن میں گندگی ہے۔ اسے کب پھولوں کی خوشبو بھاتی ہے۔ اس باغ کی سیر صاف باطن کرے۔ تو فائدہ دے گی۔ اور جس کے اندر حسد، کینہ، اکبر، غضب، شہوت بھرے ہیں۔ اس کو فائدہ نہ دے گی۔ بس یہ کتاب روحانی باغ ہے۔ اس میں طرح طرح کے پھل ہیں۔ جو روح کی غذا ہیں۔ اس لئے اس میں سے روحانی لوگ لطف اٹھا سکتے ہیں۔ نفسانی لوگ کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

یہ کتاب منظوری سے لکھی گئی ہے۔ اور لکھنے کے بعد اس پر مہر کی گئی ہے۔ کیونکہ اس کتاب کو خوش خط کر کے پیر کرامت علی شاہ موضع دارا پور والے نے لکھا تھا۔ اور اُن کو داتا گنج بخش لاہور والے کشف میں ملے تھے۔ انہوں نے کہا تھا۔ کہ بیٹا کتاب لکھ لی ہے...؟ اُن نے کہا کہ ہاں حضور لکھ لی ہے! تو پھر قبلہ نے فرمایا۔ کہ لاؤ میں مہر کر دوں۔ بس حضور نے کتاب دیکھ کر مہر کر دی۔

اور میں خود قبلہ عالم پیر مبارک علی شاہ موضع شہید انوالی شریف (جو کہ بندہ کے مرشد ہیں) لے گیا۔ تو قبلہ عالم نے ساری کتاب دیکھ کر اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اس کو چھپوا دو۔ پس حضور کے کہنے پر یہ کتاب چھپوائی گئی۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ۔

اور اس کتاب میں کوشش شدید ابو صبح صادق موضع رٹیالہ جگدیو ضلع جہلم حال مقام چک ۳۵ ٹو آر ضلع منٹگمری۔ تحصیل اوکاڑہ۔ اور محمد رفیق اور محمد شفیع و سائیں محمد شفیع شریف شاہ صوفی سردار سائیں احمد دین ضلع سیالکوٹ موضع کماں والہ اور صوفی اللہ رکھا موضع ۳۵ چک اوکاڑہ والے کی ہے

حمدِ حق

سب تعریف حق اُسی کا ہے۔ جو سب سے اوّل اور آخر ہے۔ ظاہر اور باطن ہے،
جیسے قرآن میں آیا ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ؕ ترجمہ:-
وہ ہے۔ سب سے پہلے اور سب سے پیچھے اور سب سے ظاہر اور سب سے چھپا ہوا۔ اور پھر یہ
بھی آیا ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ترجمہ:- اللہ نور ہے۔ زمینوں اور آسمانوں کا
بس اس سے زیادہ تعریف کیا ہو سکتی ہے۔ ذات حق کی تعریف کی کوئی انتہا نہیں۔
جیسے قرآن میں آیا ہے۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ
مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ ترجمہ:- اور اگر ہو یہ کہ جو کچھ
بیچ زمین کے ہے۔ درختوں سے قلمیں اور دریا ہو سیاہی اس کی پیچھے اس کے ہوں سات دریا نہ تمام
ہو ویگی باتیں اللہ کی۔ اُس کی تعریف کی کوئی انتہا نہیں۔

بس اس کی ذات میں تفکر کرنا گناہ ہے۔ اور اُس کی صفات میں تفکر کرنا عین رحمت
ہے۔ جیسے حدیث میں آیا ہے۔ تَفَكَّرُوْا فِيْ اٰيَاتِهٖ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِيْ ذَاتِهٖ ترجمہ:-
اس کی نشانیوں میں غور کرو۔ اور اُس کی ذات میں غور نہ کرو۔

سب کائنات اس کی تعریف کی گواہ ہے۔ اور ہر شے اس کی تسبیح میں مشغول ہے۔
جیسے قرآن میں آیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ
ترجمہ:- کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ واسطے اس کے جو کوئی بیچ آسمانوں کے ہے۔
اور زمین کے ہے۔ اور جانور پر ند پر کھولے ہوئے۔ ہر ایک تحقیق جانتا ہے نماز اُس کی اور تسبیح اُس کی
اور اللہ جانتا ہے۔ جو کچھ کرتے ہیں۔ بس سب مخلوق اُس کی صفات کی تجلی ہے اور اُس کی تعریف
کی گواہ ہے۔

بیان عشق الٰہی یا نور الٰہی

اے عشق یعنی نور الٰہی تو سلامت رہے۔ کیونکہ ہر مخلوق کا آغاز تجھ سے ہوا۔ اگر تو نہ ہوتا

پارہ ۲۷ سورہ حدید آیت ۳

سورہ نور

تو کچھ نہ تھا۔ تو نے ہر ایک کی راہنمائی کی۔ اور تیرا ہی نام محمدؐ ہے۔ حدیث: اَوَّلُ
مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ ترجمہ:- سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔ میں دل و جان سے
تجھ پر درود بھیجتا ہوں۔ کہ تو سلامت ہے تیری سلامتی حقیقت میں میری سلامتی ہے
تو تُو ہی سلامت کیونکہ تیرا تعلق ہمیشہ خدا سے ہے۔ اور جو شے سلامت کے ساتھ ہو۔ وہ بھی
سلامت ہے۔ قرآن میں آیا ہے۔ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ ترجمہ۔ اللہ ہدایت کرتا ہے
اپنے نور سے جسے چاہتا ہے۔ یہ اشارہ نورِ نبوت کی طرف ہے۔ نبوت اللہ کے ساتھ ہمیشہ واصل
رہتی ہے۔ اور فعلِ نبی فعلِ اللہ ہے۔ تب ہی تو اللہ تعالے نے فرمایا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا
الرَّسُوْلَ۔ ترجمہ:- تابعداری کرو۔ اللہ اور رسول کی۔ دوسرا ثبوت یہ ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا
اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔ ترجمہ:- اے مومنو! ڈرو اللہ سے اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو
یہ وسیلہ بھی نورِ نبوت ہے۔ وہ نورِ نبوت کیا ہے۔ علم الٰہی ہے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا
التَّوْرٰىةَ فِیْھَا ھُدًی وَّ نُوْرٌ۔ ترجمہ:- تحقیق اتاری ہم نے توریت بیچ اس کے ہدایت اور نور ہے
یہ علم بذریعہ الہام سینوں پر وارد ہوتا ہے اور اللہ جسے چاہے اپنا علم عنایت کرتا ہے۔ جیسے
قرآن میں آیا ہے۔ بَلْ ھُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ ترجمہ:- بلکہ
وہ آیتیں ہیں۔ روشن بیچ سینوں کے ان لوگوں کے کہ دیئے گئے ہیں علم۔

اور علم اللہ سے ہی ہر شے ظاہر ہوئی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اللہ اپنا نور کیسے سینوں پر وارد
کرتا ہے۔ رومی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب طوطے کو انسانی بولی سکھاتے ہیں تو اس کے سامنے
شیشہ رکھتے ہیں۔ طوطا اپنی شکل دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ کہ میرا ہم جنس ایک اور آیا ہے۔ لیکن ہوتا
اُسی کا پرتو ہے۔ اور شیشے کے پیچھے سے انسان اس کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے۔ طوطا سمجھتا
ہے۔ کہ میں یہ بولی اپنی جنس سے سیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ شیشے کے پیچھے انسان ہوتا ہے
اس لئے حضور کی حدیث ہے۔ کہ قلوب المومنین مرأۃ الرحمٰن۔ ترجمہ:- مومن
کا دل رحمٰن کا شیشہ ہے۔ مومن کون ہے شیخ کامل۔ اس کا دل تیرے لئے شیشہ ہے۔ اس
شیشے میں اپنا آپ دیکھ کر صفائی کر۔ اس شیشے میں تو جو کچھ دیکھتا ہے۔ وہ تیرا ہے چاہے
اچھا ہے یا بُرا ہے۔ اس آئینہ کا نام میں نے علم الٰہی یا نورِ الٰہی رکھا ہے۔ جس سے پہچان ہوئی
اللہ نے علم کو ہی نور کہا ہے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ وَاٰتَیْنٰہُ الْاِنْجِیْلَ فِیْہِ ھُدًی وَّ
نُوْرٌ۔ ترجمہ:- اور دی ہم نے اس کو انجیل بیچ اس کے ہدایت اور نور ہے۔ اور وہ نور ہم نے

انسان کامل میں دیکھا جس کی شان نہ قلم بیان کر سکتی ہے اور نہ ہی زبان۔ حدیث شریف اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ تعالیٰ ترجمہ:۔ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔

تو اس عنصری پنجرے کو انسان مت سمجھ۔ یہ بھی دیکھنے سننے والا کوئی اور ہے۔ جب وہ نہیں ہوتا۔ تو یہ عنصری پنجرہ بیکار رہتا ہے۔ وہ کون ہے۔ روح مثالی جس سے یہ جسم زندہ ہوتا ہے۔ ورنہ جب وہ نہیں ہوتا۔ تو یہ بھی نہیں ہوتا۔ وہ روح عالم لاہوت سے اقرار ربوبیت کر کے یہاں آیا ہے۔ جس نے ذات کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور جس نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بلیٰ کہا تھا۔ وہی آواز موسیٰ کو شجر سے آئی تھی۔ اور موسیٰ نے تسلیم کی تھی۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰہُ ترجمہ درخت سے آواز آئی۔ کہ اے موسیٰ تحقیق میں ہوں اللہ۔ موسیٰ نے شجر کی آواز کو اللہ کی آواز سمجھا۔ لیکن شجر کو اللہ نہیں سمجھا۔ اسی طرح اگر ہم کو انسان کامل سے وہ آواز آتی ہے۔ تو ہمیں عنصری پنجرے کو اللہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ اس آواز کو اللہ کی سننا چاہئے۔

یہ جو نوری آئینہ کے ساتھ خاک کا واسطہ ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس طرح شیشے کے پیچھے قلعی لگی ہوئی ہے۔ اگر شیشے کے پیچھے قلعی نہ ہو۔ تو نظر آر پار ہو جاتی ہے۔ اور نظر کچھ نہیں آتا۔ اسی لئے اس روحانی آئینہ کے ساتھ عنصری پنجرے کی خاک لگی ہوئی ہے۔ تاکہ ہم اس سے اپنا آپ دیکھیں۔ ہم نے پیچھے بیان کیا ہے۔ کہ مومن کا دل آئینہ ہے۔ جس نے اس آئینہ کو قلعی کی طرف سے دیکھا۔ کچھ نہیں دیکھا۔ اور جس نے دوسری طرف سے دیکھا۔ سب کچھ دیکھا۔ جس طرح حضور کو ابوجہل نے خاک کی طرف سے دیکھا۔ تو کچھ نہیں دیکھا۔ اور اصحابوں نے روح کی طرف سے دیکھا۔ تو سب کچھ دیکھا۔

پس اگر تم بھی پیر کامل کو خاک کی طرف سے دیکھو گے۔ تو کچھ نہ دیکھو گے۔ اور اگر روح کی طرف سے دیکھو گے۔ تو صحابہؓ کی طرح دیکھو گے۔ پس اگر تم جسم سے گذر کر دیکھو گے۔ تو حق[1] ہی حق ہوگا۔ تبھی تو حضور نے فرمایا ہے۔ حدیث۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ ترجمہ:۔ مرنے سے پہلے مرو۔ اور قرآن شریف میں بھی آیا ہے۔

[1] حق سے مراد سچ ہے۔

پارہ ۲۵
سورۃ دخان
آیت ۵۶

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ :۔ ترجمہ :۔ وہاں سوائے اس موت کے جو پہلے مر چکے اور موت نہیں چکھیں گے۔ مرنا کیا ہے؟ اس جسم سے گذرنا ہے۔ کہ جسم کو مردہ سمجھ کر روح سے واقفیت حاصل کرنی ہے۔

رومی صاحب کہتے ہیں۔ کہ ایک سوداگر جب سفر کو چلا۔ تو اُس نے کل نوکروں سے دریافت کیا۔ کہ تمہارے لئے کیا کیا تحفہ لاؤں۔ کسی نے کچھ کہا۔ کسی نے کچھ۔ ایک طوطا بھی سوداگر کے پاس تھا۔ سوداگر نے طوطے سے بھی دریافت کیا۔ کہ تمہارے لئے کیا لاؤں۔ طوطے نے کہا۔ مجھے اس پنجرے میں حُبِ وطن کے سوا کچھ درکار نہیں۔ اگر ہو سکے۔ تو ہمارے ہم وطنوں کو سلام کہنا۔ اور ہماری طرف سے کہنا۔ کہ کیا یہ تمہارے لئے لائق ہے۔ کہ تم باغوں میں عشرت کرو۔ اور میرے حق میں دعا نہ کرو۔ اور نہ ہی مجھے ملنے آؤ۔ میں تو تمہارے فراق میں پنجرے میں سہہ رہا ہوں۔ لیکن تم ہمارے غم سے بے فکر ہو۔ افسوس۔ افسوس

سوداگر طوطے کی باتیں سُن کر سفر کو روانہ ہوگیا۔ آخر ایک دن سوداگر کا گذر ایک باغ سے ہوا۔ اور باغ میں ایک طوطوں کا ایک جھنڈ دیکھا۔ اور سوداگر کو طوطے کی بات یاد آگئی۔ سوداگر طوطوں کو یوں کہنے لگا۔ کہ اے طوطو! تمہارا ایک ساتھی میری قید میں ہے۔ اور تمہیں کہتا ہے۔ کہ افسوس آپ تو باغوں کی سیر کریں۔ اور میں بیچارہ قید میں رہوں۔ اور تم نہ تو میرے لئے دعائے خیر کرو۔ اور نہ ہی مجھے ملو۔ یہ سن کر ایک طوطا درخت سے گرا۔ اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ سوداگر یہ حال دیکھ کر حیران ہوگیا۔ اور سمجھا۔ کہ یہ طوطا اُس کے طوطے کا کوئی رشتہ دار ہوگا۔ یا کوئی دوست ہوگا۔ جو دوست کی بات سن کر مر گیا۔ خیر سوداگر نے بہت افسوس کیا۔ کہ میری زبان نے یہ خون کیا ہے۔

سوداگر جب سفر سے واپس گھر پہنچا تو طوطے نے اپنے دوستوں کے بارے میں دریافت کیا۔ سوداگر نے کہا۔ کہ اے طوطے تیرا پیغام ایک طوطے کی موت کا باعث ہوا۔ جب میں نے تیرا پیغام طوطوں کو سنایا۔ تو اُن میں سے ایک طوطا درخت کی ٹہنی سے گرا۔ اور تڑپ کر مر گیا۔ یہ بات سنتے ہی سوداگر کا طوطا پنجرے میں گرا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ سوداگر نے افسوس کے ساتھ طوطے کو پنجرے سے نکال

کر باہر پھینک دیا۔ طوطا زمین پر گرتے ہی اُڑ گیا۔ اور درخت پر جا بیٹھا۔

سوداگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور طوطے سے کہا۔ کہ یہ کیا؟ طوطا بولا۔ اے سوداگر وہ طوطا حقیقت میں مرا نہیں تھا۔ بلکہ اس نے مجھے یہ راستہ بتایا تھا۔ کہ اگر اس تنگ پنجرے سے آزادی چاہتا ہے تو اس عروج کی ٹہنی سے گر اور ایک دفعہ موت اختیاری قبول کر اور اعلےٰ عروج کی طرف جا۔ اس جسم کو مردہ جان اور اسے مردہ کر تاکہ تیرا خواجہ تجھے اس قید سے نکالے۔ اور پھر تو عیش عشرت کرنے بیٹھ گا۔ اپنے حواسوں کو بند کر جیسے مُردہ ہے۔ رومی صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

چشم بند و گوش بند و لب ببند گر نہ بینی سرِّ حق بر ما بخند

ترجمہ }
اکھاں کن تے ہونٹاں تائیں ویکھ ذرا بند کرکے
پھر نہ کھلے راز الٰہی مار بے سینوں پھڑ کے

اس طوطے کی چالاکی دیکھو۔ کہ سوداگر کو اپنی چالاکی سے واقف نہ ہونے دیا۔ یہ راز ہے۔ جو کہ مرشد کامل سے ملتا ہے۔ یہ اُس کے لئے ہے۔ جو اس عنصری پنجرے میں تنگ آگیا۔ اور خدا سے رہائی کی دعا کی۔

جب تم اس عالم جسم سے گذر جاؤ گے۔ تو پھر عالم امر یعنی عالم روح آئے گا۔ اور تمہاری پہلی منزل طے ہوگی۔ جس کو فناء فی الوجود کہتے ہیں۔ اس سے آگے فناء فی الشیخ کی منزل ہے۔ جس میں شیخ ہی شیخ نظر آتا ہے۔ اور شیخ کی ہستی بے مثل اور بے مثال نظر آتی ہے اور شیخ کا علم مرید میں آتا ہے۔ جو کہ نور الٰہی ہے۔ اور شیخ کے علم سے شیخ کو پہچانتا ہے۔ یا اللہ کے نور سے شیخ کو پہچانتا ہے۔ حدیث۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَتَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ ترجمہ:۔ مومن کی فراست سے ڈرو۔ کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔

جب شیخ عالم لاہوت سے ہمارے لئے عالم ناسوت میں آیا۔ جیسے ایک استاد بچے کو تعلیم دینے کے لئے الف بے تے پڑھاتا ہے۔ حالانکہ وہ بڑے بڑے علموں کا حامل ہوتا ہے۔ تو ہمیں اسے اپنے جیسا سمجھ کر گمراہ نہ ہونا چاہئے۔ جیسے عام مخلوق نے انبیا کو سمجھا قرآن میں آیا ہے۔ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا۔ ترجمہ:۔ نہیں دیکھتے ہم تجھ کو مگر آدمی اپنے جیسا
عالم جسم ایک اندھیرا ہے اور عالم روح ایک روشنی ہے۔ اندھیر کر اندھیرا اٹھا کر

اور روشنی کو روشنی بھاتی ہے۔ اس لیے نفس امارہ اندھیرے کو چاہتا ہے۔ جیسے چور یا اُلّو۔ اور نفس لوامہ روشنی چاہتا ہے۔ روح مشاہدہ چاہتا ہے۔ کیونکہ روح نے روز ازل میں بھی مشاہدہ ہی کیا تھا۔ اور اب بھی مشاہدہ چاہتا ہے۔ اس لیے مقام قیامت میں کسی جگہ اندھیرا نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ مقام ارواح کا ہے۔ اور نفس چور کی طرح اندھیرا چاہتا ہے۔ کہ یہ فعل کوئی نہ دیکھے، جو میں کر رہا ہوں، اور سارق اس دنیا سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا۔ کیونکہ چور ہمیشہ عدالت سے ڈرتا ہے، اسلئے موت اور قیامت کو بھول گیا ہے، بس جب تک عشق کی دھار ظاہر نہ ہو، یہ غفلت میں پڑا سوتا ہے، اور جب عشق آیا، اور اسے بیدار کیا، تو پھر خوف سے فناہ ہو جاتا ہے، اور یہ عشق کی صفت ہے، کہ نفس کو فناہ کرتا ہے۔

بیان جسم روح

جیسے زمین پانی سے زندہ ہے، اور پانی سے زندہ ہو کر پھل گل اُگاتی ہے، اسی طرح جسم روح سے زندہ ہے، اب عقل اگر نفس کی صلاح سے جو کچھ اس زمین میں بوئے گی، وہ نفس کا حصہ ہے۔ اور اگر عقل، روح کی صلاح سے جو کچھ بوئے گی وہ روح کا حصہ ہے،

حدیث۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ۔ ترجمہ:۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے،

اگر تو اس تن میں حسد۔ کبر، شہوت اور حرص و ہوا کے ہی کانٹے بوئے گا، تو تجھے ضرور ان کی سیر کرنی ہوگی۔ اور اگر اس کی بجائے ذکر، فکر، صبر، شکر، توکل، حلم اور محبت بوئے گا۔ تو ان کی سیر کرنی ہوگی، یہ جنت اور وہ دوزخ تیرا خود تیار کردہ ہے، اب دیکھ کہ تیری جان کی نہر کا پانی کن پودوں کو پرورش کرتا ہے، تیری جان ہر لمحہ گذر رہی ہے، جیسے نہر کا پانی۔ تو جان کی نہر کا پانی حرص، شہوت، حسد، کبر، کفر اور شرک کو مت دے۔ بلکہ اس کی بجائے عشق، محبت صبر، شکر اور توکل کو دے، تاکہ تو اگلے جہان میں رسوا نہ ہو۔ جیسے قرآن میں آیا ہے،

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَکُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ۔ ترجمہ۔ اور جو کوئی لاوے برائی پس ڈالے جاویں گے منہ ان کے بیچ آگ کے، اور حدیث شریف میں آیا ہے، جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَأَ نَارِیْ۔

ترجمہ:۔ دوزخ کہے گی جلدی سے گذر اے مومن! پس تحقیق تیرے نور نے میری آگ بجھا دی۔ پس آگ اور نور میں

پاس سے ثابت ہو گی۔

عشق مجازی و حقیقی

اگر تم شکر یا مٹھائی کھاؤ گے، تو خون گندہ ہو گا۔ اور جسم میں پھنسی پھوڑے پیدا ہوں گے اور اگر تم شہد کھاؤ گے تو خون کی صفائی ہو گی، جیسے قرآن میں اللہ تعالے فرماتا ہے۔ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ترجمہ: نکلتی ہیں پیٹوں ان کے سے پینے کی چیزیں، کہ مختلف ہیں رنگ اس کے بیچ اس کے شفا ہے، واسطے لوگوں کے، یہ شہد کی صفت ہے، اسی طرح اگر تم اس دنیا کی محبت کے لطف میں پڑے رہے تو یاد رکھو تمہارا حشر قاروں کی مانند ہو گا، اور اگر عشق الٰہی میں مستغرق ہو گئے، تو تمہارا حشر شہیدوں اور صالحین کی طرح ہو گا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ عشق الٰہی کس طرح پیدا ہوتا ہے۔ عشق کی پیدائش حُسن سے ہو حُسن صفت کو کہتے ہیں۔ اور صفات الٰہی اللہ کے بندوں میں زیادہ ظاہر ہوتی ہیں۔ زلیخا یوسف پر عاشق ہو کر حق کو پا گئی، جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔ زلیخا کے عشق کی اللہ نے تعریف کی ہے۔ اور ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ کہ ایک عورت عشق کی بدولت کمال کے درجے پر پہنچی،

عشق ایک آگ (نور) ہے جو دو جانوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے۔ تبھی تو عشق کی آگ سے دوزخ کی آگ نے پناہ مانگی ہے۔ جیسے حدیث میں آیا ہے (حدیث پچھلے صفحے پر دیکھیں)

دوزخ کی آگ قہر سے پیدا ہوئی، اور عشق کی آگ محبت سے پیدا ہوئی ہے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ترجمہ: برکت والے ہیں وہ لوگ جو کہ آگ میں ہیں اور اس کے ارد گرد ہیں۔ یہ آیت عشق الٰہی کی تعریف کرتی ہے۔

عشق کی آگ (نور) نے طور کو جلایا عشق کی آگ نے نمرود کی آگ کو ٹھنڈا کیا عشق کی آگ نے نیل ندی کو خشک کیا، اور موسیٰ پار ہوئے، جس میں عشق الٰہی نہیں وہ مردود ہے، اور جو عشق کی آگ کو بجھائے وہ نمرود ہے، موسیٰ کو طور پر جو تجلی نظر آئی تھی، وہ اسی کے عشق کی آگ کی تجلی تھی، جس سے کوہ طور جل گیا، جیسے نافہ ہرن کے اندر ہوتا ہے، اور وہ اسے باہر ڈھونڈتا ہے۔ پھر موسیٰ کو اس آگ سے آواز آئی، کہ میں تیرا خدا ہوں جیسے قرآن شریف

پارہ ۱۹ سورۂ نمل

میں آیا ہے۔ یٰمُوْسٰی اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۔ ترجمہ:- اے موسے! تحقیق میں ہی ہوں اللہ غالب حکمت والا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو بھی روحانی تجلیوں سے آواز حق آئی تھی، حضرت بایزید بسطامیؒ نے بھی روحانی تجلی کو کتنی دیر معبود قرار دیا۔ نہیں تو بھلا ایک نبی یا ولی مشاہدہ میں اتنی غلطی کرسکتا ہے۔ کہ اس ظاہری چاند سورج کو اللہ کہے۔

اِس آسمان کے علاوہ اور آسمان بھی ہیں۔ اور اس زمین کے علاوہ اور زمینیں بھی ہیں جیسے تم سو جاتے ہو۔ تو تمہیں

ایک آسمان اور بھی نظر آتا ہے اور بارش وغیرہ بھی دیکھتے ہو۔ لیکن جب تمہاری آنکھ کھلتی ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا یہی حال معجزہ اور کرامت کا ہے۔ جب نبی یا ولی کسی کو معجزہ یا کرامت دکھاتا ہے۔ تو اپنی روحانی قوت سے اور ملک میں لے جاتا ہے، اور اُدھر بہت سے عجائبات دکھاتا ہے۔ جیسے تم سوئے ہوئے دیکھتے ہو۔ اسی طرح جب تم نیند سے اُٹھتے ہو۔ تو جو کچھ تم دیکھتے ہو اُسے ایک وہم سمجھتے ہو۔ اور خواب وخیال۔ اسی طرح جب نبی یا ولی کا معجزہ یا کرامت دیکھتے ہو۔ تو فوراً مان جاتے ہو، مگر جیسے ہی تم اس محویت سے باہر آتے ہو، تو انکار کردیتے ہو، جیسے کافر انکار کرتے تھے، اسی طرح مومن تو ہمیشہ محویت میں رہتے ہیں، اور ہمیشہ معجزہ اور کرامت کا اقرار کرتے ہیں، اور کافر محویت سے باہر آجاتے ہیں، اور انکار کرجاتے ہیں،

محویت عشق ومحبت سے پیدا ہوتی ہے۔ معجزہ کے معنی عاجز کرنا ہے، اور کرامت کے معنی بزرگی، اگر تو غور کرے تو کوئی وقت ایسا نہیں جس میں کرامت اور معجزہ ظاہر نہ ہورہا ہو، پہلے تو سوچ کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ اور کہاں جائے گا۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ جب تو یہ بات سوچے گا تو عاجز آجائے گا، جب یہ بات سمجھ میں آگئی۔ تو تو بزرگ ہوگا، یہی معجزہ اور کرامت تیرے ہی میں ثابت ہونگے، اور پھر تو یقین کے ساتھ معجزہ اور کرامت مانے گا۔ اور جو کچھ تو دیکھے گا، اپنے سے ہی دیکھیگا۔ قرآن میں آیا ہے، اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۔ ترجمہ:- پڑھ کتاب اپنی۔

پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل

(تاریخ عرس مبارک)

جناب صوفی عبدالغنی صاحب قادری چشتی نظامی کماتو الضلع سیالکوٹ قدس سرہٗ کی چھاؤنی

سالانہ عرس کی تاریخ ——————— پہلی پھاگن مطابق بارہ فروری

بیانِ ظاہر باطن

حضور کی حدیث ہے۔ اَلْاِنَاءُ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْهِ۔ ترجمہ:۔ برتن میں سے وہی ٹپکتا ہے۔ جو اس میں ہو۔ اسی طرح یہ تیرا جسم بھی ایک برتن ہے، تو دیکھ کہ برتن میں تو نے کیا رکھا ہے۔ جو کچھ اس میں ہے، وہ تیرا ہے۔ اور قیامت کے دن وہی باہر آئے گا۔ تو ظاہری عمل اور صورت پر مت بھول، کیونکہ جب باطن خراب ہے، تو سب کچھ خراب ہے۔ جس طرح ایک تربوز یا خربوزہ یا اخروٹ یا بادام اگر کچھ بھی ہو۔ جب وہ اندر سے خراب ہے تو قابلِ استعمال نہیں۔ بلکہ وہ باہر پھینکنے کے قابل ہیں یا چولہے میں ڈالنے کے قابل۔ کیونکہ جب قلب ہی خراب ہے تو قالب کس کام کا۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ترجمہ:۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے دیکھو! ایک برتن کو اگر اندر سے صاف نہیں کیا تو اس میں جو چیز ڈالو گے خراب ہو گی۔ بس تو ظاہر پر مت بھول اور باطن کو دیکھ، باطن کیا ہے، تیری خو بد اور نیک، اگر اطاعت عبادت کے ساتھ تیری عادت نیک نہیں، تو تو کچھ بھی نہیں، کیونکہ اطاعت اور عبادت کا کارندہ تو شیطان بھی تھا، لیکن اس کی خو بد تھی، کہ اس نے حضرت آدم کا حسد کیا۔ اللہ بار بار نیک عمل کی بابت کہتا ہے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۔ اور جو لوگ ایمان لائے، اور نیک عمل کئے، اور ہم بھی پاس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے اور وہی لوگ جنت میں جائیں گے۔ نوٹ:۔ باطن کو صاف کرنے کے بعد انسان ظاہر کو صاف بنانا چاہیے۔

اِنسان بھی ایک کتاب ہے

جب میں کلام کرتا ہوں۔ تو بار بار اس اپنی کتاب کی تلاوت کرتا ہوں۔ کیونکہ حکم بھی ایسا ہی آیا ہے۔ قرآن میں آیا ہے۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ترجمہ:۔ پڑھ کتاب اپنی۔ کافی ہے جان تیری آج کے دن اوپر تیرے حساب لینے والی۔ اس کتاب کے حروف بہت اچھے ہیں، یہ کتاب معنوں سے بھرپور ہے، اور اس میں ایسے معنی ہیں، کہ معنی سوچتے ہی بندہ

موت میں چلا جاتا ہے، اس کتاب کے پڑھنے سے کئی داخل جنت ہوئے کئی داخل جہنم۔ جیسے قرآن میں آیا ہے، وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ ترجمہ:- اور اتارتے ہیں ہم قرآن سے وہ چیز کہ شفا ہے اور رحمت واسطے ایمان والوں کے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے۔

از دیوان حضرت علیؓ

داؤک فیک وما تبصر، — دوائک منک ولا تشعر،

تیری بیماری تیرے اندر ہے اور تو نہیں دیکھتا ہے — تیری دوا تجھ سے ہے، اور تو شعور نہیں رکھتا ہے

تزعم انک جرم صغیر، — وفیک انطوی العالم الاکبر،

تیرا خیال ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے۔ — حالانکہ تیرے اندر عالم اکبر لپٹا ہوا ہے

وانت الکتاب المبین الذی — باحرفہ یظہر المضمر،

اور تو وہ کتاب بیان کرنے والی ہے۔ — کہ تیرے حرفوں سے پوشیدہ امور ظاہر ہوتے ہیں،

وانت الوجود نفس الوجود — وما فیک موجود لا یحصر،

اور تو وجود نفس وجود ہے ... — اور جو کچھ تیرے اندر موجود ہے بے حد ہے

فلا حاجۃ لک فی خارج — ستخرج عنک ما یستر،

تجھ کو باھر کی کچھ ضرورت نہیں ہے — پس جو کچھ پوشیدہ ہے تیرے اندر سے نکلیگا

اور حضرت امام حسینؓ مرۃ العارفین میں فرماتے ہیں۔ فَالْاِنْسَانُ كِتَابٌ جَامِعٌ لِجَمِيْعِ الْكُتُبِ الْاِلٰهِيَّةِ۔ ترجمہ:- پس انسان کتاب جامع ہے واسطے تمام کتابوں الٰہیہ کے۔ بس یہ ناطق کتاب ہے یعنی بولنے والی ہے، اور یہ حروف مقطعات کی طرح سمجھ سے باہر ہیں، اس کا سبق شیخ کامل دے سکتا ہے۔ شیخ کامل اس سے پورا واقف ہے۔ تبھی حکم آیا ہے، کہ وہ بات پوشیدہ کتاب میں ہے، اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ پارہ ۲۷ سورۃ واقعہ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ ترجمہ:- تحقیق یہ پڑھنے کی چیز ہے۔ بکرامت بیچ کتاب پوشیدہ کے، نہیں ہاتھ لگاتے اس کو مگر پاک۔ وہ پوشیدہ کتاب تو ہی ہے اور تو ہی وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں اور تیرے پڑھنے سے چھپے علم ظاہر ہوتے ہیں۔ جو اس کتاب کے منکر ہیں وہی ناری اور واصل جہنم ہیں، جس طرح ابلیس کہ وہ بھی کتاب الٰہی کا منکر ہوکر جہنم میں پڑا۔ وہ کتاب حضرت آدم ہیں جن سے فرشتوں نے علم حاصل کیا، اور وہ واصل جنت ہوگئے، تو بھی آدم کا بیٹا ہے اور بیٹا باپ پر ہوتا ہے۔ جو بیٹا باپ پر نہ ہو وہ نالائق ہوتا ہے ملے پیغمبر زادے ہوش کر اور اپنے

باپ دادا کی وراثت سنبھال۔ یہ فانی وراثت بے حقیقت ہے، وراثت وہ ہے، جو تیرے ساتھ قبر میں جائے، یہ فانی وراثت تو گور و کفن تک بھی تیرا ساتھ نہ دے گی، پھر کیا کریگا، کسی نیک کا دامن پکڑ، اور ابلیس کی طرح آدم کا منکر نہ ہو، آدم شیخ کامل ہے، جو کہ ہر زمانے میں موجود ہو، خدا کے واسطے اُس کا دامن پکڑ، اور اس دارِ فانی سے اپنا منہ موڑ۔

جب تو بیمار ہوتا ہے۔ تو اس دنیا سے بیزار ہوتا ہے، اور اپنے اللہ کی طرف رُخ کرتا ہے اور جب تو صحت یاب ہوتا ہے، تو حیوانوں کی طرح اپنے مالک سے بھاگتا ہے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ ترجمہ:۔ اور جب لگتی ہے لوگوں کو سختی پکارتے ہیں پروردگار اپنے کو رجوع کرتے ہوئے طرف اس کی۔ پھر جب چکھاتا ہے ان کو اپنی طرف سے مہربانی ناگہاں ایک فرقہ ان میں سے ساتھ رب اپنے کے شریک لاتے ہیں۔

کیسی اچھی ہے، وہ بیماری جس سے تو اپنے مالک کی طرف رُخ کرتا ہے۔ وہ بیماری تو تیری زندگی ہے۔ اور تندرستی تیری موت، کیا تو زندگی سے موت کو بہتر سمجھتا ہے۔ افسوس تیری عقل پر، اگر تو تندرستی میں اللہ کی طرف رُخ کرے تو پھر یہ تندرستی ٹھیک ہے اور نہ تو حقیقت میں بیمار ہے۔ اِس بیماری کا علاج بھی ادھر ہی ہے۔ ورنہ قیامت کو کوئی علاج نہیں۔ جیسے قرآن میں آیا ہے، فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۔ ترجمہ:۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے، بس دل کی بیماری کا علاج ادھر ہی کر اور نجات حاصل کر اور ناجی ہو جا کیونکہ ناجی وہی ہے جس نے نجات حاصل کی

بیانِ ترکِ دُنیا

کیا تم کو علم ہے، کہ تو کیوں اس دنیائے فانی کے پستان کو منہ سے نہیں نکالتا۔ یہ تیری ایک عادت ہو گئی ہے جس طرح کہ ایک دودھ پیتے بچے کی ہوتی ہے۔ وہ بچہ پستانِ مادر کو قبلہ گاہ بنا لیتا ہے، اور ماں کے کہنے پر بھی وہ پستان نہیں چھوڑتا۔ وہ بچہ اس لئے پستانِ مادر نہیں چھوڑتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ شاید یہی میری زندگی ہے۔ مادرِ مہربان کہتی ہے کہ یہ دودھ اور پستان تیرے لئے ہزار ہا نعمتوں کا پردہ بن گیا ہے۔ اے بچے! تو بچپن چھوڑ اور

پھل وغیرہ کھا، اور طرح طرح کے لطف اٹھا۔ تو ایک دودھ پر ہی اڑ گیا ہے۔ لیکن بچہ نادانی سے یہ بات قبول نہیں کرتا۔ اور بار بار پستان کیطرف بھاگتا ہے۔ اسی طرح اہل اللہ تمہیں اس دنیا کے دودھ سے منع کرتے ہیں۔ جیسے مادر مہربان۔ لیکن تم بچے کی طرح اس کی ہدایت قبول نہیں کرتے۔ خدا کرے کہ تیرا بچپن تجھ سے گذرے اور نفسانی پستان تجھ سے چھوٹے اور نور روحانی پستان چوسے۔ اور اس نفسانی پستان سے منہ موڑے۔

سبب رنج و غم

اے دوست! یہ رنج و غم جو تجھ پر نازل ہوتے رہتے ہیں، یہ تیرے لئے ایک عصا ہے۔ تاکہ تو اس دنیائے فانی سے نکل کر عالم بقا میں جائے، وہ عالم بقا کیا ہے؟ وہ ہمیشہ قائم دائم ہے جو ہمیشہ سر سبز رہتا ہے جس طرح کلام حق۔ اگر تجھے اُس عالم پر اعتبار نہیں تو یہ کلام اللہ دیکھ جو کہ اس جہان کی شاخ ہے، دیکھ یہ ہمیشہ قائم دائم ہے، جب شاخ قائم دائم ہے، تو وہ جہان بھی قائم دائم ہے۔ یہ کمند جو کہ محبوب تیری طرف پھینک کر اپنی طرف کھینچتا ہے، اور تو شور و غل کرتا ہے یہ تیری نادانی ہے۔

غوث الاعظمؒ "فتوح الغیب" میں لکھتے ہیں، کہ جب اللہ کسی کو مُوتو قبل انت مُوتو کرنا چاہتا ہے۔ تو اس پر ایک ایسی مصیبت نازل کرتا ہے، کہ وہ ہر کوشش سے اس سے نجات نہیں پاتا، وہ ایسی مصیبت ہوتی ہے، کہ وہ پہلے خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب وہ اپنی کوشش سے نجات نہیں پاتا، تو پھر وہ اور مددگار ڈھونڈتا ہے۔ جب وہ بھی اس کی حاجت روائی نہیں کرتے، تو پھر وہ دعا کی طرف جاتا ہے، لیکن اللہ کہتا ہے، کہ میں اس کی دعا بھی نہیں سنتا جب وہ ہر کوشش سے اللہ کو آزمالیتا ہے۔ اور کوئی کوشش کارگر نہیں ہوتی، تو پھر وہ بندہ خاموش ہو جاتا ہے، یا جیتے جی مر جاتا ہے، پھر خدا بندے سے پوچھتا ہے، کہ میرے بندے کیا چاہتا ہے؟ پھر وہ بندہ جو کام کرتا ہے۔ اللہ کی مرضی سے کرتا ہے۔ کیونکہ اپنی مرضی اور مخلوق کی مرضی اس نے پہلے دیکھ لی تھی، اور رضائے الٰہی میں ہمیشہ رہتا ہے۔ اسی طرح یہ رنج و غم ایسا ہے۔ جیسے بچہ کچھ لگنے سے روتا ہے، لیکن در حقیقت اسی کے خون کی صفائی ہوتی ہے،

اگر تو مصیبتوں کو رفع کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو سب سے بڑی مصیبت موت ہے، اگر ہو سکے تو
اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوشش کر کیونکہ اگر تم موت سے بچ گئے، تو ہر مصیبت سے بچ گئے
اگر موت سے نہ بچے تو سمجھ لو کہ کسی مصیبت سے نہیں بچے اے دوست! دوست کے لفظ سے
میں تمہیں اس لئے پکارتا ہوں، کہ دوست کی بات دوست کو ہی پسند ہوتی ہے، اسن۔ کیا تمہیں
پتہ ہے، کہ اس جہان میں تمہیں قرار کیوں نہیں۔ بات یہ ہے کہ تو اپنے دوست سے جدا ہے، جو
دوست دوست سے جدا ہو وہ ہمیشہ بے قرار رہتا ہے، وہ دوست جس کی بابت میں نے
پیچھے بیان کیا ہے کہ وہ جب چاہتا ہے مصیبت کی کمند ڈال کر کھینچتا ہے، وہ محبت بھی کرتا
ہے، اس کی محبت کا نشان کیا ہے وہی نعمتیں جنہیں تو دیکھ کر خوش ہوتا ہے، یعنی زن و فرزند اور
مال و دولت۔ جیسے قرآن میں ارشاد ہے، وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا
لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْہَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ط ترجمہ: اور نشانیوں اس کی سے ہے یہ کہ پیدا کیا
واسطے تمہارے سے جوڑا تاکہ آرام پکڑو تم طرف اس کی اور کیا درمیان تمہارے پیار اور مہربانی۔ یہ اس لئے کہ
تم اپنے یار کے تحفے دیکھ دیکھ کر یار سے محبت کرو، جسطرح ایک عورت مرد کے ساتھ عشق کرتی ہو
یا ایک دوست دوست کے ساتھ عشق کرتا ہے، تو وہ ایک دوسرے کو کچھ نہ کچھ بطور نشانی دیتے رہتے
ہیں، تاکہ آپس میں محبت بڑھے، یہ تحفے باطن کی محبت کا ثبوت ہیں۔ اگر تو دوست کو چھوڑ کر نشانی
پر ہی مر مٹے، تو دوست ناراض ہو سکے گا کہ چھوڑ دو میری نشانی، اسی لئے ترک کا حکم آگیا جیسے
حضور نے فرمایا ہے حدیث، اَلتَّرْکُ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ عِبَادَۃٍ وَحُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ
ترجمہ:۔ دنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں کی جڑ ہے اور دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ حضور نے یہ اس
لئے فرمایا ہے، کہ تم دوست کی نعمتوں میں ایسے مست ہو گئے۔ کہ دوست کو بھول گئے، جب تم دوست
کی نعمتوں کا شکر نہیں کرتے، تو اللہ تم سے سب کچھ چھین لیتا ہے، قرآن میں پڑھو، ھَلْ نُجٰزِیْٓ
اِلَّا الْکَفُوْرَ ترجمہ: نہیں جزا دیتے ہم ناشکر کو۔ جو اللہ کی نعمتوں کا کفر کرتے ہیں ان سے نعمتیں لیتا ہے
اور جو شکر کرتے ہیں تو بڑھاتا ہے جیسے قرآن میں آیا ہے، فَاذْکُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۝
ترجمہ:۔ یاد کرو نعمتیں اللہ کی تاکہ تم فلاح پاؤ۔

پس تم زن فرزند کو دیکھ کر محبت اللہ سے کرو۔ کیونکہ ہر صفات ذات سے ہے، خواہ وہ تم سے
پوشیدہ ہے۔ ذات پوشیدہ تو نہیں بات صرف اتنی ہے، کہ تم بچے کی طرح دیکھتے سب کچھ ہو، لیکن
جانتے نہیں، اور اگر جانتے بھی ہو تو بیان نہیں کر سکتے کیونکہ بچے کی اتنی عقل کہاں کہ اسرار

بیان کرے، بلکہ بچہ تو اپنے گھر سے بھی نامحرم ہوتا ہے۔ تم بھی تمام عمر بچے ہی نہ بنے رہو۔ بلکہ بچپن سے نکلو اور وہ اسرار دیکھو۔ جو جوان مرد دیکھتے ہیں۔ تمہارا بچپن کیا ہے کم عقلی۔ بچے کو کم عقلی کی وجہ سے بچہ کہا گیا ہے۔ ورنہ اس میں کونسی چیز کم ہوتی ہے، دیکھتا سنتا۔ بولتا اور رکھتا پیتا ہے۔ جب تم بڑے ہو کر بھی کوئی کام بے عقلی کا کرتے ہو تو تمہیں بچہ ہی کہتے ہیں۔ بس یہی مطلب دنیا ترک کا ہے، کہ تم دنیا کی محویت کو سمجھو۔ مولوی رومی کا مقولہ ہے، کہ دنیا غفلت کو کہتے ہیں۔ زن و فرزند کا نام دنیا نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک تعالےٰ فرماتا ہے، رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ ترجمہ:۔ وہ مرد کہ نہیں غافل کرتی اُن کو تجارت اور نہ بیچنا۔ یادِ خدا سے۔ جب تم نیک ہو گئے تو تمہاری ہر چیز نیک ہو گی حضورؐ فرماتے ہیں، حدیث:۔ اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَاتٌ وَكُلُّ نَفْسٍ يَخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مَيِّتٌ۔ ترجمہ:۔ انسان کی سانسیں گنتی کی ہوتی ہیں، اور جو سانس بغیر ذکر اللہ کے نکلے وہ مُردہ ہے۔

پس جو چیز تمہیں یادِ الٰہی سے غافل کرے، وُہ دنیا ہے اور مردار ہے۔ بس اسکو ترک کر۔ اور بچپن سے نکل، کیونکہ قرآن میں آیا ہے، کہ دنیا ایک کھیل اور تماشہ ہے اور جو لوگ کھیل میں مشغول ہیں، وہ بچے ہیں

بیانِ عشق

چونکہ عشق و محبت انسان میں ازل سے ہے اس لئے خود بخود ظاہر ہوتا رہتا ہے، کبھی بیوی کی محبت میں پھنستا ہے اور کبھی کسی کی محبت میں، عشق و محبت ایک خزانہ ہے۔ اور کل حواس اس خزانے کے طالب ہیں۔ جدھر محبت جاتی ہے۔ اُدھر ہی سب حواس جاتے ہیں۔ یہ خزانہ بیجا خرچ کرنا بدعت ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے، اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ۔ ترجمہ:۔ تحقیق بیجا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

جس طرح مال ظاہری شریعت کے خلاف خرچ کرنا شرک ہے اسی طرح عشق و محبت کے خزانے کو ماسوا اللہ خرچ کرنا بدعت ہے قرآن میں آیا ہے، مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ:۔ مثال ان لوگوں کی کہ اللہ کے سوائے دوست پکڑتے ہیں، مانند مکڑی کی جو کہ بناتی ہے گھر اور تحقیق سست

تمام کر- اور آدم کے آگے فناہ ہو جا- یعنی سجدہ کر- کیونکہ سجدہ کے لغوی معنی فناہ ہے، پس شیطان نماز العشق سے بھاگا پس ثابت ہوا- نماز تسبیح واحد ہستی سے قائم ہو جاتی ہے اور نماز العشق دو ہستیوں سے قائم ہوتی ہے۔

دیکھو! اب احکام شریعت میں غیر کو سجدہ منع ہے- لیکن جب تم طریقت کے میدان میں قدم رکھو گے، تو تمہیں آدم کو سجدہ کرنا ہی پڑیگا- کیونکہ شیخ کامل نسل آدم سے ہے، اور وہ وہی آدم ہے، جیسے اگر تم ایک بیج کو بار بار بوؤ تو وہ پہلا بیج ہی بار بار پیدا ہوتا ہے، بس اسی طرح آدم سے آدم ہی پیدا ہوتا ہے- بس تو پہلے خلقت سے آدم کو پہچان- پھر اُس کو مان- آدم کو صورت سے نہ پہچان بلکہ صفتوں سے پہچان- کیونکہ اس صورت میں شیطان بھی ہے- جسطرح ایک آدمی کے وجود میں جن سرایت کرتا ہے، تو اُس میں کل صفتیں جن والی پائی جاتی ہیں، بس آدم وہ ہے- جس میں عشق الٰہی ہو- بس عشق الٰہی کا طالب نسلِ آدم سے ہے، کیونکہ کل اولیا اور انبیا عاشق الٰہی ہوئے ہیں- جیسے حضرت ابراہیم کہتے ہیں- کہ اے اللہ میرا مرنا تیرے لئے ہے- اور میرا جینا تیرے لئے ہے- وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ترجمہ:- میری زندگی اور میری موت واسطے اللہ پروردگار عالموں کے ہے۔

بس عاشق کی صفت ہے- کہ اُس کا ہر فعل معشوق کیلئے ہوتا ہے، اور عاشق کی پیدائش عینِ معشوق سے ہے ٭

اورنگ زیب- پیٹی آفیسر- ضلع راولپنڈی- سب آفس کلر- مقام وڈاکخانہ سلیاہ- نادر خان- موضع ترائیاں- تحصیل وضلع ڈاکخانہ گجرات- شیر احمد چیف پیٹی آفیسر ضلع راولپنڈی- ڈاکخانہ وبمقام ڈورہ بدھال- محمد اسحاق- ضلع راولپنڈی- ڈاکخانہ وبمقام چوہا خالصہ- اے محب خدا- السلام علیکم- خط ملا- حال معلوم ہوا- واضح ہو کہ حدیث میں آیا ہے- فرمایا- سرور دو عالم نے ایک نور ہے- جو دل میں پیدا ہوتا ہے اور دل اس سے فراخی پاتا ہے- تو اصحاب رسول نے فرمایا- یا رسول اللہ اُس کا نشان کیا ہے- تو حضور نے فرمایا- اُس کا نشان یہ ہے کہ دنیا سے دل مڑ کر آخرت کی طرف مشغول ہو جاتا ہے- پس دنیا غفلت کا نام ہے- جب دل میں اسم ذات کا نور داخل ہو جاتا ہے تو غفلت اڑ جاتی ہے- پس جب انسان کے ہر رونگٹے میں، اللہ اللہ ہو- تو اس سے بڑھکر کوئی بڑی عبادت نہیں، جیسے قرآن میں آیا ہے کہ نماز بُرائی اور بے حیائی سے بچاتی ہے اور اللہ کا ذکر نہایت بڑی

زین العابدین حسین کالری گجرات ۔ محمد بشیر تحصیل ضلع جہلم چنیر ۔
ڈاکخانہ کوٹ بصیرہ ۔ بمقام رڑیال جگدیو ۔ چنن شاہ پٹی آفیسر تحصیل ایبٹ آباد
ضلع ہزارہ ۔ ڈاکخانہ ۔ بمقام ۔ بانڈا پیر خان ۔ نور محمد ۔ ضلع جہلم ۔ تحصیل چکوال ڈاکخانہ
بمقام گڑیالہ ۔ زین العابدین و محمد بشیر، چنن شاہ و نور محمد ۔ اے محب خدا ۔
السلام علیکم ۔ خط ملا ۔ حال معلوم ہوا ۔ واضح ہو ۔ مبارک ہو ۔ آپ کو کہ آپکو دین
النبی کا شوق ہے اور جو آپنے لکھا ہے کہ ایک مولوی کہتا ہے کہ آپ بشر ہیں اور
دوسرا کہتا ہے کہ آپ نور ہیں ۔ یہ دونوں تقلیدی ہیں ۔ تحقیقی نہیں ۔ کیونکہ اگر یہ
تحقیقی ہوتے تو حضور کی صحیح تعریف کرتے ۔ حضور سب کچھ ہیں ۔ اور آپ مجموعہ کل ہیں ۔
میں آپکی تعریف سے قاصر ہوں ۔ لیکن چند سطریں لکھتا ہوں ۔ دیکھو جب ایک پتھر سورج
سے نور حاصل کرلیتا ہے تو پھر وہ پتھر نہیں رہتا ۔ بلکہ لعل ہو جاتا ہے ۔ اور جب پتھر اپنی
صفت کو فنا کرکے گوہر ہو جائے ۔ تو پھر اسکو پتھر کہنا جرم ہے ۔ اور اگر کوئی گوہر
کو پتھر کہے بھی تو وہ پتھر نہیں ہوتا ۔ بلکہ گوہر ہی ہوتا ہے ۔ اور پھر گوہر کا سایہ نہیں
ہوتا ۔ کیونکہ وہ روشنی جو گوہر پر غالب ہوتی ہے ۔ وہ گوہر کے جسم کو فناہ کردیتی ہے
اور پھر اگر کوئی گوہر کو پتھر کہے بھی تو وہ حال سے خالی نہیں ۔ یا حاسد ہے یا اندھا
اور ایسے ہی پہلے لوگوں نے بھی نبیوں کو اپنے جیسا گمان کیا ۔ جیسے قرآن میں آیا ہے
کہ یہ ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں ۔ پس نبی جب جسم کی صفت سے فناہ ہو جاتا ہے تو نور
ہو جاتا ہے ۔ اور رہنمائی بھی نور ہی کر سکتا ہے ۔ بشر نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ قرآن میں
آیا ہے (سورۃ نور) اللہ راہ دیکھاتا ہے ۔ نور اپنے سے جسے چاہتا ہے ۔ اور پھر حدیث
میں آیا ہے ۔ کہ مومن کی فراست سے ڈرو ۔ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ۔ پس بشر
تو عرب میں ختم ہو گیا ہے ۔ اور نور چلا آرہا ہے ۔ اگر حضور بشر تھے ، تو بشر تو فناہ ہو
جاتا ہے ۔ اور نبیوں کی ذات بقا ہے ۔ پس حضور کو بشر کہنا ایسا ہی ہے ۔ جیسا کہ گوہر
کو پتھر ۔ بیشک گوہر پتھر ہی تھا ۔ لیکن جب وہ روشن ہوگیا ۔ تو پھر پتھر نہیں رہا ۔ ایسے
ہی جب نبی وحی سے روشن ہوگیا ۔ تو پھر بشر نہیں رہا ۔ بلکہ نور ہوگیا ۔ کیونکہ قرآن
میں ایسا ہی آیا ہے کہ بیشک میں بھی بشر ہوں ۔ بلکہ میرے پر وحی کا نزول ہے
اسلئے آپ عروج کے لحاظ سے نور ہیں اور نزول کے لحاظ سے بشر ہیں ۔ کیونکہ
اگر جب تک آپ بشر کا لباس نہ پہنتے ۔ ہمیں اندھیرے سے کس طرح نکالتے ،
آپ نے بشر کا لباس ہمارے لئے پہنا ۔ ویسے آپ بشر کا لباس پہننے سے

پہلے بھی نبی تھے۔ اور بشر کا لباس اتارنے کے بعد بھی نبی ہیں۔ اے عابد۔ بے ادب سے خدا کی پناہ۔ یہ تعریف میں نے عام فہم لکھی ہے۔ اگر میں خاص تعریف لکھتا تو عام سمجھ نہیں سکتے۔ اسی لئے میں نے عام فہم تعریف لکھی ہے۔

محمد خان و محمد فاضل۔ موضع ڈھوک کھر کھر۔ ضلع جہلم۔ محمد فاضل موضع کانگڑہ۔ ڈاکخانہ بجیڑی۔ ضلع میرپور۔ احمد خان۔ موضع و ڈاکخانہ راجو وال۔ ضلع گجرات۔ محمد شفیع موضع دندھا۔ ضلع کیمبل پور۔ حاجی محمد فاضل۔ موضع رٹیال جگدیو۔ ضلع جہلم۔ عبداللطیف موضع روڑس ڈاکخانہ سبھڑیال۔ ضلع سیالکوٹ۔ محمد یونس موضع مڈھیر۔ ڈاکخانہ سبھڑیال۔ ضلع سیالکوٹ۔ فضل کریم۔ موضع گڑھی۔ ڈاکخانہ دولت نگر ضلع گجرات۔ اے محب خدا۔ السلام علیکم۔ واضح ہو کہ یہ موجودات تین قسم کی ہے۔ نباتات۔ جمادات، حیوانات۔ اور ہمارا شمار حیوانات میں ہے۔ لیکن اللہ تعالٰے جسے چاہے اس حیوانی مخلوق سے چن لیتا ہے جیسے کہ اللہ تعالٰے نے حضرت آدم کو چن لیا۔ ایسا ہی اب بھی اللہ جسے چاہے چن لیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ نور میں آیا ہے۔ جو لوگ عمل کریں صالح۔ ہم اُن کو مقرر کریں گے۔ خلیفہ اوپر زمین کے۔ جیسے کہ پہلے اُن کے تھے۔ پس جس کو اللہ اپنی طرف کرے وہ حیوانی مخلوق سے نکل جاتا ہے۔ اور روحانی مخلوق میں شمار کیا جاتا ہے پس ہم پر اللہ کا فضل ہے۔ کہ اُس نے ہمیں چن لیا۔ اور اپنی طرف کی راہ دکھائی۔ جیسا کہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

راہ خدا دا ایہو حافظ غافل ہول نہ بیٹھے
چھوڑ دنیا چھوڑ دنیا والے ویلے پہنچے بیٹھے۔

اور بو علی قلندر بھی فرماتے ہیں۔ کہ

رکھ حفاظت دم اپنے دی محبوبا ہیں واری
تاں ایہہ ڈولا نوری تینوں کھڑسی مار اڈاری

اور خواجہ معین الدین کہتے ہیں ؎

اک دم ذات خدا تھیں تینوں نہیں جدائی ٭ ہر جے نام خدا دا چھدار ہیں ہمیشہ جائی

پس آپ کو مبارک ہو کہ آپ ناسوتی مخلوق سے نکل کر ملکوتی اور جبروتی بلکہ لاہوتی ہو گئے